© rasailojaraid.com

علامہ محمد انور شاہ کشمیری کی فقہ حنفی کی تائید

اسباب اور ثمرات

(از ۔ ڈاکٹر سید محمد فاروق بخاری شعبہ عربی امر سنگھ کالج سری نگر)

قسط نمبر ۳

فروعی اختلافات کی شرعی منزل

علامہ انور شاہ کشمیری نے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اپنی علمی زندگی میں حنفی مسلک کی طرف جو توجہ کی اس کے پیچھے امام اعظم رح اور انکے مذہب سے عقیدت سے زیادہ افسوسناک حالات و واقعات کا دخل تھا انھوں نے فروعی مسائل پر جو چند رسائل لکھے حقیقت یہ ہے کہ وہ انھیں لکھنے کے لئے تیار نہیں تھے ۔ مگر جب انھوں نے دیکھا کہ فروعی مسائل کفر اور ایمان کا معیار بن گئے ہیں، فقہ حنفی حدیثِ رسول کا دشمن قرار دیا جا رہا ہے، احناف مہل الدم سمجھے جاتے ہیں، امام اعظم رح کو جہمی اور مرجی کہا جاتا ہے، بیس رکعت کی تراویح "بدعتِ فاروقی" ہونے کی تبلیغ کی جا رہی ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی شان میں کھلی گستاخی کی جا رہی ہے تو انھوں نے مجبوراً چند فروعی مسائل پر قلم اٹھا کر کچھ رسالے لکھے جن میں ان مسائل کی حقیقت واضح کرتے ہوئے امام ابو حنیفہ رح کے مختارات کے وجوہ و اسباب بیان کیے ۔ اس طرح یہ علمی کام انھوں نے کسی تعصب اور تقلید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بے جا کے زیر اثر انجام نہیں دیا بلکہ علم و تحقیق کی مشعل فروزاں رکھنے میں اپنی ذمہ داری پوری کی۔

فروعی اختلافات کی نوعیت بیان کرنے کے دوران علامہ انور شاہ کشمیری نے ان اوہام و خرافات کی جڑ ہی کاٹ دی کہ فروعی مسائل اسلام میں اتنی غیر معمولی اہمیت بھی رکھتے ہیں کہ ان پر مخالفین ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق کریں وہ اپنے رسائل اور درسی تقاریر میں جگہ جگہ واضح کرتے ہیں کہ فروعی مسائل کا یہ اختلاف ہر اعتبار سے باعثِ رحمت ہے کیونکہ اس سے صرف تنوع عبادات جیسی نعمت پر روشنی پڑتی ہے۔ ان مسائل کو دین کے بنیادی عقائد میں شامل کرنا فقاہت اور سلامتِ فکر سے محروم ہونے کا نتیجہ ہے مسئلہ رفعِ یدین پر لکھے ہوئے اپنے رسالے کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:-

ما قصدت بہا اخمال احد الطرفین ولا یستطیعہ ذو عینین۔ انما اردت بہا ان ابین لکل واحد من الفریقین وجہا من الجانبین وہما علی الحق من الجانبین۔ ولیس الخلاف اختلاف النقیضین بل اختلاف تنوع فی العلاۃ من الجہتین وکل سنۃ ثابتۃ من رسول الثقلین۔ [1]

میرے یہ رسالہ لکھنے سے یہ مقصد نہیں ہے کہ کسی فریق کو نیچا دکھانے کی کوشش کروں اور نہ کوئی صاحب بینا اس کی ہمت کر سکتا ہے۔ میرا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ دونوں فریق اپنے پاس دلیل رکھتے ہیں اور اس لیے دونوں حق پر ہیں۔ یہ تضاد و ٹکراؤ کا اختلاف نہیں ہے بلکہ درحقیقت دونوں صورتوں سے عبادت میں تنوع دکھانے کا اختلاف ہے۔ ہر سنت حضورؐ سے ثابت ہے۔ اپنی ایک درسی تقریر میں پورے جزم و یقین کے ساتھ فرماتے ہیں:

---

[1] نیل الفرقدین فی مسألۃ رفع الیدین: ص ۲-۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

المسألة اذا كانت مختلفة بين الصحابة رضي الله عنهم فلا بأس بأن يؤخذ باحد جوانبها. ؎۱

جب کوئی مسئلہ صحابہؓ کے درمیان مختلف ہو تو کوئی پروا نہیں اگر اس کا کوئی بھی رُخ اختیار کیا جائے۔

اسی طرح وہ اس دعویٰ کی بھی تغلیط و تردید کرتے ہیں کہ سارا دین فقہ ہی میں موجود ہے۔ فرماتے ہیں:

مَنْ زَعَمَ اَنَّ الدِّينَ كلّه في الفقه بحيث لا يبقى وراءه شئ فقد حاد عن الصواب. ؎۲

جس نے گمان کیا کہ سارا دین فقہ ہی میں موجود ہے اور اس سے باہر کوئی بھی چیز باقی نہیں رہی تو وہ راہِ راست سے ہٹ گیا ہے۔

علامہ انور شاہؒ کی یہ بھی تحقیق تھی کہ اکابرینِ اُمت کے نزدیک فروعی اختلافات اَولیٰ اور غیر اَولیٰ سے زیادہ وقعت واہمیت نہیں رکھتے جیسا کہ علامہ بدر الدین عینیؒ نے مبانی الآثار، حافظ ابنِ تیمیہؒ نے اپنے فتاویٰ اور منہاج السنۃ میں اور علامہ ابن قیمؒ نے اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کی ہے ؎۳۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی لکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے کہ کبھی کبھی رفع یدین بھی کرنا چاہیے۔ اس طرح دونوں سنتوں پر عمل ہو سکے ؎۴۔ حضرت مولانا ثناء الدین صاحب امرتسریؒ کے اُس تعزیتی بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جو انھوں نے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کے انتقال پر شائع کیا تھا۔

علامہ کشمیری زور دے کر کہتے ہیں کہ صحابہؓ کے درمیان اگر کسی مسئلہ میں

بعض مسائل میں صحابہ کرامؓ کی شدت اختیار کرنے کا مقصد سنتِ رسول کو مضبوطی سے تھامنا تھا

؎۱ فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۴ ؎۲ ایضاً: ج ۲ ص ۱۰

؎۳ نفحۃ العنبر: ص ۹۲ مطبوعہ مسلم اوقاف سرینگر ؎۴ تجلیاتِ انور ، مقالہ: مولانا اکبر آبادی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختلاف کی شدت نظر آتی ہے تو یہ صرف ہماری نظروں کا قصور ہے ورنہ حقیقت صرف اتنی ہے کہ یہ حضرات اپنے نبیؐ کی سنت کی کمال اتباع کے بغیر اور کوئی مقصد نہیں رکھتے اُمت نے اس سے غلط معنی لے کر فرقہ بندی کو جنم دیا۔ اُمت کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ کسی بھی صحابی کی اتباع کرے اور ایک دوسرے کی تغلیط و تردید میں وقت ضائع نہ کریں۔ مسئلہ رفع یدین سے متعلق ایک حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

فانهم اصحاب رسول الله واعلام الهدیٰ۔ لم يقصدوا بتلك المبالغات الا التمسك بسنة نبيهم والعض عليها بالنواجذ۔ فبايهم اقتديتم اهتديتم وانما اردنا بيان تحامل الخصوم علينا فان ابن عمرؓ وامثاله ارادوا احياء السنة وهولاء همّهم اعدام الحنفية من صفحة الواقع۔ و ليس بدأب صحيح۔ فان الصحابة رضي الله عنهم اذا اختلفوا في امر فالجانبان حقٌّ وصواب احتمال جانب او اعدامه بنحو حسن في الحجة رقمٌ على الماء

پس یہ سب کے سب آنحضرتؐ کے اصحاب اور ہدایت کے نقوش ہیں۔ انھوں نے یہاں جو شدت اختیار کی اس کا مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہیں تھا کہ سنت رسولؐ کو پوری قوت اور مضبوطی کے ساتھ تھامے رہیں اور اس کی حفاظت کرتے رہیں۔ ہمارا ابھی یہاں مقصد مخالفین کی زیادتی کو بیان کرنا ہے کیونکہ "حقیقت" یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور ان جیسے دوسرے اصحابِ رسول اللہؐ کا مقصد صرف سنت زندہ رکھنا ہے جبکہ مخالفین کی ساری کوشش احناف کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے ہے۔ جو ایک اچھی عادت نہیں ہے جب صحابۂ کرامؓ کسی مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہوں تو دونوں حق و صواب پر قائم ہوتے ہیں اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لا غیر ۔ لہ کٹھ حجتی سے کسی جانب کو نیچا دکھانا یا اُسے فنا کرنے کی کوشش کرنا بے فائدہ اور نقش برآب کے مرادف ہے۔

خاص مسئلۂ رفعِ یدین کے بارے میں اپنی حتمی رائے اس طرح ظاہر کرتے ہیں:

فمن رفع فھو علیٰ حق وسنۃٍ وکذلک من ترک فلا لوم علیہ ولا عنف ولا شیٔ اذا کان لھما ایضاً فی السلف قدوۃ ونسل اللّٰہ التوفیق وسبیل السداد ۔ ۲ه

پس جو رفع یدین کرتا ہے تو وہ بھی حق اور سُنت کے عین مطابق ہے۔ اور جس نے ترک کیا وہ بھی کسی ملامت اور درشتی کا مستحق نہیں ٹھہرا کیوں کہ جب ان کے پاس بھی اَسلاف کرام میں نمونۂ اتباع موجود ہے (تو گرفت کی کوئی بات نہیں ہے) ہم اللہ سے راہِ راست اور توفیق کی دُعا کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ دین کے لئے بُنیاد کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فرقہ بندی کے نتیجے میں مسلمان نصف دنیا وی نقصان اُٹھاتے ہیں بلکہ غیر شعوری طور پر اپنی عاقبت بھی خطرے میں ڈالتے ہیں کیونکہ سب سے پہلے اس کی زد اس مقدس جماعت پر پڑتی ہے جو قرآن و شریعت کے اوّلین امین و مبلّغ تھے۔ جب ان کی نیتوں پر ہی شکوک پیدا کئے جائیں تو دین کی عظمت و حُرمت مشتبہ ہو جاتی ہے اِسے علامہ انور شاہ کشمیری فقہ (فہم) کا نقص قرار دیتے ہیں۔ وہ اِس طرزِ فکر کے بد ترین انجام پر مسلمانوں کو مُتنبہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کے لئے دست بدعا ہیں:

فان بعض من لا فقہ لھم فی الدین لما راوا ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ

چند لوگوں نے جو دین میں فہم و فکر نہیں رکھتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھا کہ

لہ نیل الفرقدین فی مسئلۃ رفع الیدین: ص ۳۸ ۲ه ایضاً ۳۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

يترك الرفع جعلوا يطعنون عليه ويقدحون فيه ولا يدرون انهم بصنيعهم هذا يهدمون بنيان الدين فان نحو ابن مسعود رضي الله عنه لما صار مطعونا عندهم العياذ بالله فممن يأخذون الدين من بعده اللهم احينا على حبك وحب رسولك وحب آله واصحابه والمسلمين اجمعين وامتنا عليه ولا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربنا انك رؤف رحيم له

انھوں نے رفع یدین ترک کیا تو ان کی شان میں طعنہ زنی کرنے لگے اور رد وقدح شروع کی مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ ایسا کرنے سے وہ دین کی بنیاد ہی منہدم کرتے ہیں جب ابن مسعود جیسے صحابئ رسول اُن کے ہاں مطعون ہو گئے تو ان کے بعد وہ دین کس سے حاصل کر سکتے ہیں ...... اے اللہ! ہمیں اپنی محبت، اپنے پیغمبر، ان کے آل واصحاب اور تمام مسلمانوں کی محبت پر زندہ رکھ اور ہمیں اسی محبت کے ساتھ دنیا سے اُٹھاؤ۔ ہمارے دلوں میں مسلمانوں کے لئے کوئی کینہ نہ رکھ، بیشک اے خدا تو شفیق اور مہربان ہے۔

وحدتِ اُمت کا جلیل القدر علمبردار

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ مسلمانوں کی وحدت اور اتفاق وموانست کے اُمیدوار اور آرزومند تھے۔ جنہوں نے ان کی حیات اور تصانیف کا سرسری مطالعہ کیا ہوگا وہ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ وہ اپنے زمانے میں اُن علماء سے کہیں زیادہ وسیع القلب اور وسیع المشرب عالمِ دین تھے جو "الدین یسر" کا نعرہ لیے ہوئے میدانِ عمل میں اُترے تھے اور انھیں اس کے لئے کوئی ایسی ناپسندیدہ "قربانی" نہیں دینی پڑی جو بعض لوگوں نے "انکار حدیث یا نادرِ اسلام کی صورت میں پیش کی۔ وہ مذہبی حمیت وغیرت کی دولت سے مالامال تھے اور دین

له نیل الفرقدین: ص ۳۸

© rasailojaraid.com

یں کسی تساہل و بے غیرتی کو برداشت نہیں کرتے تھے۔ قادیانی ارتداد کے مقابلے میں اس طرح سینہ سپر ہوئے کہ اپنی جان کی پروا نہیں کی۔ جب دیکھا کہ منظم سازشوں کے ذریعہ مسلمانوں کے عقائد میں رخنے ڈالنے کی کوششیں ہو رہی ہیں تو اُن کی رگِ حمیت پھڑک گئی اور ایک عظیم الشان کتاب لکھی جس میں ضروریاتِ دین اور مہماتِ اسلام کی اہمیت و نزاکت واضح کی۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

فَمَنْ جَحَدَ شیئاً واحداً من الضروریات فقد آمن ببعض الکتاب وکفر ببعضہ وھو من الکافرین وإن رکض الی بلاد الصین واوربا لنشر ما زعمہ دینا لہ[1]

جس نے ضروریاتِ دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار کیا وہ گویا قرآن کے کچھ حصے پر ایمان لایا اور کچھ حصے کا انکار کیا اور ایسا شخص قطعاً کافر ہے چاہے وہ بزعم خویش دین کی اشاعت کے لئے یورپ اور چین ہی کیوں نہ دوڑے۔

وہ عقائد کیا ہیں اور ایک مسلمان کے لئے انھیں کیا اہمیت ہونی چاہیے؟ ان مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

فنقول الصلوٰۃُ فریضۃٌ واعتقادُ فرضیتہا فرضٌ وتحصیل علمہا فرضٌ وجحدہا کفرٌ وکذا جہلہا والسواک سنۃٌ واعتقادُ سنیتہ فرضٌ وتحصیل علمہ سنۃٌ وجحودہا کفرٌ وجہلہ حرمانٌ وترکہ عتابٌ او عقاب[2]

پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ نماز فرض ہے۔ اس کے فرض ہونے کا اعتقاد رکھنا فرض ہے، اس کا علم حاصل کرنا فرض ہے، نماز سے منکر ہونا اور اسے جان بوجھ کر بھلانا کفر ہے۔ اسی طرح مسواک کرنا سنت ہے۔ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد رکھنا فرض ہے۔ اس کا علم حاصل کرنا سنت ہے۔ اس کے سنت ہونے سے

---

[1] اکفار الملحدین فی شیء من ضروریات الدین، ص ۳۔ [2] ایضاً۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انکار کرنا کفر ہے۔ اس سے غافل رہنا محرومی ہے۔ اِس کا چھوڑنا موجب عتاب اور لائق سزا ہے اس غیرتِ دینی، آزاد خیال لوگوں سے عدمِ مصالحت اور مذہبی حدود کی پاسداری میں شدّت اور تصلّب کے باوجود اُن کے قلب و ذہن کی وسعت اُن سے کہیں زیادہ بار آور ثابت ہوئی جنھوں نے "جدید اسلام" لانے کے نام پر اپنا سارا "قیمتی (تاثیہ) "بھینٹ چڑھایا۔ یہاں تک کہ حضرت شاہ صاحبؒ کی شدید حنفیت بھی کہیں کسی جگہ اُن کی ملی خدمات کی راہ میں رُکاوٹ ثابت نہیں ہوسکی۔ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی (جو جامعہ ازہر کے فارغ التحصیل علامہ رشید رضا مصری کے شاگرد اور مولانا ابوالکلام آزاد کے علمی معاون تھے) بیان کرتے ہیں۔

"جب میں نے سُنا کہ مولانا انور شاہ صاحب نے اپنے درسِ حدیث میں تائیدِ مذہبِ حنفی میں دھوم مچائی ہے تو میرے دل میں اُن کے بارے میں اچھی رائے قائم نہیں ہوئی مگر جب بعد میں حالات معلوم ہوئے تو ان کی عظمت سے دل لبریز ہوا"۔[1]

راقم سطور حضرت علامہ انور شاہ صاحبؒ کے عہد کی ہندوستانی تاریخ کا جو حصّہ مطالعہ کرسکا اس کی روشنی میں دعویٰ کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ کسی بھی قابلِ اعتماد عالمِ دین نے اُن کی مذہبِ حنفی کی کھُلی تائید اور علمی حمایت پر تنقید اور تنقیص نہیں کی ہے، بلکہ ہر شخص کو اس بات کا پختہ یقین ہوگیا تھا کہ اس نُصرت و حمایت کے پیچھے اخلاص، علم و فضل اور تحقیق پسندی کارفرما ہے، نہ کہ تحزّب یا مسلکی تعصّب۔ یہی وجہ ہے جلیل القدر علمائے اہلِ حدیث اُن کی عزّت و توقیر میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ اُن کے تلمیذ ارشد مولانا محمد انوری لائلپوری اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

حضرت شاہ صاحبؒ امرتسر تشریف لاتے تو علمائے اہلِ حدیث احناف کی نسبت زیادہ تعداد میں حضرت کی مجالس میں شریک ہوا کرتے تھے اور اس کا اہتمام خصوصی

---

[1] ذکرِ آزاد: ص ۸۴-۴۹، مطبوعہ کلکتہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھتے تھے۔"[1]

اُن کے غیر متعصب اور مسلمانوں کے لئے اجتماعی طور پر محبت، خلوص اور ترقی کا خواہاں ہونے کی طرف اُن کے افادات اور نصائح میں بار بار اشارے ملتے ہیں۔ اُن کے ممتاز علمی وفکری جانشین مولانا محمد یوسف بنوری لکھتے ہیں:

وکان ینبہ الطلبۃ تنبیھاً عظیماً ان لا یذھب وھلکم الی ضعف مذھب امام من ائمۃ المجتھدین فکلھم ائمۃ قدوۃ ولنا فیھم اُسوۃ حسنۃ[2]

حضرت شاہ صاحبؒ اپنے شاگردوں کو پوری طرح خبردار کرتے تھے کہ کہیں وہ ائمہ مجتہدین کے مذاہب میں سے کسی مذہب کی تضعیف کرنے کی جرأت نہ کریں۔ وہ سب کے سب ہمارے راہنما اور امام ہیں ان میں ہمارے لئے اُسوۂ حسنہ ہے۔

اُن کے دوسرے وسیع النظر فاضل شاگرد مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ رقمطراز ہیں:

"شاہ صاحب کو حالانکہ اپنی حنفیت پر اصرار بلیغ تھا مگر بایں ہمہ یہ اُن کے درسی افادات کا شعوری یا غیر شعوری اثر ہے کہ اپنے دل کو اہلِ سنت والجماعت کے تمام ائمہ اجتہاد جیسے امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمہم اللہ کی عظمت سے معمور پاتا ہوں اور شاہ صاحبؒ ہی کے سمجھانے سے یہ سمجھ میں آیا کہ سارے اجتہادی مسائل جن میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے سب ہی حق پر ہیں اور سب حق تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہیں۔"[3]

---

[1] حیاتِ انور: ص ۳۴، مقالہ مولانا محمد انوری لائلپوری
[2] نفحۃ العنبر: ۹۰-۹۱
[3] حیاتِ انور: ص ۷۱-۷۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خود ایک مرتبہ علامہ انور شاہ صاحبؒ نے فرمایا ہے:

"حافظ ابن تیمیہؒ نے حنفی کا شافعی کی اقتدار کرنے کی درستی اور صحت پر اجماع نقل کیا ہے۔ اسی طرح ہر صاحب مذہب دوسرے اصحاب مذاہب فقہیہ کی اقتدا کر سکتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے یہ بات بھی بصراحت لکھی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ البتہ صاحب در مختار اقتدار کی نادرستی کے قائل ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے! جب کہ دین ایک ہے، نبی ایک ہے، قبلہ ایک ہے۔ اس لئے یہ کہنا بالکل بعید از فہم ہے کہ نماز میں کسی حنفی کا شافعی المذہب کے پیچھے پڑھنا درست نہیں ہے، حالانکہ نماز مہمات دین سے ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں فتح القدیر اور ہدایہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔" [۱]

ائمہ محدثین اور ان کی خدمات کا ان کے دل میں اس قدر احترام تھا کہ جگہ جگہ امام بخاری کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے ہیں۔ ایک جگہ امام بخاریؒ کے اس مشہور قول، جو انھوں نے امام ترمذیؒ سے فرمایا تھا کہ میں نے آپ سے اتنا فائدہ حاصل کیا، جتنا آپ نے مجھ سے حاصل نہیں کیا، پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس قول سے مراد یہ ہے کہ میں نے آپ سے اتنا استفادہ کیا جو کسی دوسرے سے نہیں۔ ورنہ علم حدیث میں حضرت امام بخاریؒ کا مقام حضرت امام ترمذیؒ سے بہت بلند ہے۔

فان الترمذی وان کان من جبال الحدیث ولکن البخاری	اگر امام ترمذی بلاشبہ علم حدیث کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ تھے مگر امام بخاری

---

[۱] فیض الباری علی صحیح البخاری ج ۳ ص ۱۱۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كان شمس سماء هذا الفن۔ ؎۱ آسمان حدیث کے خورشیدِ تاباں تھے۔

اور تو اور امام داؤد ظاہریؒ کے بارے میں عام علمائے ہند کا یہ خیال رہا ہے۔ (بالفاظ مولانا ابوالکلام آزاد)۔

عامۂ علمائے ہند کا یہ خیال رہا ہے کہ امام داؤد ظاہری کوئی مبتدع اور خارج از اہل السنت شخص تھے اور ان کا گروہ بھی اہل ہویٰ و بدعت سے تھا۔" ؎۲

مگر مولانا آزاد سے بہت قبل امام ظاہری کو علامہ انور شاہ صاحب جلیل القدر اور مجتہد تسلیم کر چکے تھے۔ ؎۳ اسی طرح علامہ ابنِ حزم ظاہری جیسی موردِ بحث و تنقید شخصیت کو پورا مرتبہ و مقام بخشتے ہیں جس کے وہ اپنی شاندار علمی و تحقیقی خدمات کی وجہ سے مستحق ہیں۔ اگر ایک طرف اُن کی اسناد پرستی ؎۴ اور شدید احتمال پسندی ؎۵ پر کڑی تنقید کرتے ہیں مگر جہاں دفاع کرنے کا موقع ملتا ہے وہاں اُن کے کسی بھی عقیدتمند سے پیچھے نہیں رہتے ہیں۔ ایک جگہ فرماتے ہیں:

> یہ بات مشہور رہے کہ ظاہری مسلک کے علماء قیاس کے منکر ہیں مگر صحیح بات یہ ہے کہ وہ قیاسِ جلی کا انکار نہیں کرتے ہیں مگر قیاسِ خفی کا۔ قیاسِ جلی و قیاسِ خفی کا فرق و تمیز ایسی چیز ہے جس کا تعلق ذوقِ سلیم کے ساتھ ہے جس کے لئے انضباط اور حد بندی ناممکن ہے۔ ظاہریوں کی طرف یہ بھی منسوب کیا جاتا ہے کہ وہ اقوالِ صحابہ کو دلیل نہیں سمجھتے مگر میں کہتا ہوں کہ یہ نسبت اُن سے عمومی ناراضگی کا ردِ عمل ہے ورنہ ابنِ حزم اندلسی جو کبار علماءِ ظاہریہ

؎۱ العرف الشذی فی شرح سنن ترمذی: ص ۴۶۔ ؎۲ تذکرہ: ص ۲۵۳ مرتبہ مالک رام صاحب

؎۳ فیض الباری: ج ۱ ص ۲۴۳ ؎۴ نیل الفرقدین: ۲۸

؎۵ انوار الباری: مولانا احمد رضا بجنوری مقدمہ حصہ دوم تذکرہ محدث ابنِ حزمؒ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں سے ہیں اپنی کتاب المحلی والمجلّٰی میں اسی طرح اقوالِ صحابہ سے تمسّک کرتے ہیں جس طرح ہم کرتے ہیں[1]۔"

جس جلیل القدر محدث اور بے مثال دینی مدرس کے ہاں تنقید کا معیار اتنا بلند ہو اُسے محض اس "قصور" کے پاداش میں" کہ اس نے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف ظلم و زیادتی کا پردہ کیوں چاک کیا متعصب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ تعصب دوسروں کا حق چھیننے ہی کا نام ہے مگر یہاں صرف اس کا اہتمام نظر آتا ہے کہ ہر شخص کو اُس کا وہ حق دیا جائے جس کا وہ صحیح معنوں میں مستحق ہے۔

علامہ انور شاہ وحدتِ اُمت کے کس قدر متمنی تھے اس کا اندازہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری کے اس بیان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے، بار بار پڑھنے کے لائق ہے۔

قال الشیخ رحمہ اللہ کنت رأیتُ فی البدائع ان رفع الیدین فی غیر التحریمۃ مکروہٌ تحریماً. . . . فکان فی قلبی منہ شیءٌ وکنتُ أتمنّٰی اَنْ افوز بنقل من الاکابر خلافہ حتّٰی رأیتُ بعد خمس وعشرین حجۃ ان الامام ابابکر الرازی الجصاص صرّح فی احکام القرآن فی من بحث استطراداً من مسائل رؤیۃ الھلال

حضرتِ شاہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں نے بدائع میں یہ لکھا ہوا پایا کہ نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے بغیر ہاتھ اٹھانا مکروہ تحریمی ہے اس پر میرا دل مطمئن نہیں ہوا میں چاہتا تھا کہ اکابرین میں سے کسی عالم سے کوئی ایسی نقل پانے میں کامیاب ہو جاؤں جو اس کے خلاف ہو۔ یہاں تک کہ ایک مرتبہ امام ابو بکر جصاص کی احکام القرآن میں رؤیتِ ہلال کے بحث میں یہ معنی بھی ہاتھ آیا کہ اختلاف صرف اولیٰ اور غیر اولیٰ میں ہے (نہ کہ حرام اور ناجائز والی بات)۔ یہ دیکھ کر میرا دل

---

[1] العرف الشذی: ص ۴۷۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ن الخلاف فيه في الاولوية۔
فبرد غليل صدري وسكن
جأشي ولفظ الشيخ حق تعالیٰ
جزائے خیر دے دل ٹھنڈا
کردیا[1]

ٹھنڈا ہوا اور میری بے چینی کو سکون حاصل
ہوا۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے اپنے
الفاظ یہ تھے "حق تعالیٰ جزائے خیر
دے دل ٹھنڈا کردیا۔"

حضرت شاہ صاحبؒ برصغیر میں اٹھنے والے فتنوں سے بے حد متفکر رہتے تھے ملحدوں اور مذہبی بہروپیوں کی ریشہ دوانیوں نے انھیں بے حد بے چین کر رکھا تھا۔ اس لئے وہ اپنے مایۂ ناز شاگردوں اور اعزہ واحباب کو یہ نصیحت اور وصیت کرتے تھے کہ فروعی مسائل میں الجھنے سے گریز کریں۔ خود انھوں نے بعض فروعی مسائل پر جو چند ورقی رسائل لکھے تھے اس پر بھی نادم رہتے تھے کہ کیوں نہ یہ اوراق اور سطور بھی اہم تر علمی و فکری مسائل پر صرف ہوئے۔ بعض اوقات ازراہ تواضع یہاں تک فرمادیتے کہ عمر میں اپنی تضیع اوقات کی[2]

---

[1] نفحۃ العنبر، ص ۶۲، مجلس علمی ڈابھیل ۱۹۳۶ء [2] حضرت شاہ صاحبؒ نے بعض فروعی مسائل پر جو چند رسائل لکھے ہیں ان سے ان کی ان بے شمار علمی، تصنیفی اور اصلاحی خدمات پر کوئی منفی اثر نہیں پڑ سکتا ہے جو ان کی مبسوط امالی اور جامع و مانع تصانیف کی صورت میں موجود ہیں۔ اگر انھوں نے اپنی زندگی میں صرف اکفار الملحدین اور عقیدۃ الاسلام ہی یادگار چھوڑی ہوتیں تب بھی انھیں امام غزالی اور ابن تیمیہ کی صف کے فضلائے اسلام میں شامل ہونے سے کوئی نہ روکتا اس کے علاوہ ان کا عظیم الشان فضل و کمال ان کے جلیل القدر شاگردوں کی وہ جماعت ہے جو موجودہ زمانے میں اسلامی علوم اور فکر کی آبرو ہیں۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:
"اپنی اس مختصر علمی زندگی میں اکثر یہ دیکھا کہ اکثر لوگ خاص ماحول اور خاص اوقات میں صاحب علم اور صاحب ذوق نظر آتے ہیں باقی اوقات میں انھیں کوئی علمی شغف یا شوق و مطالعہ و جستجو اور کتابی ذوق نظر نہیں آتا۔ درحقیقت ان میں طالبعلمانہ روح نہیں ہوتی اس بارے میں بھی چند شخصیتوں کو مستثنیٰ پایا ایک مولانا انور شاہ کشمیری دوسرے مولانا سید سلیمان ندوی اول الذکر کو کم دیکھا اور ان کی مجلسوں میں شرکت کا اتفاق ایک ہی دو بار رہا مگر ان کی مجلسوں کو علمی تذکروں اور تحقیق و ذوق سے معمور پایا۔" پرانے چراغ ص ۵-۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

قرار دیتے تھے[1] - وہ فرماتے تھے کہ ان مسائل کے بارے میں قیامت میں کچھ پوچھا بھی نہ جائیگا۔ خدا نے ائمہ کرام کے ذریعہ دنیا میں نورِ ہدایت عام کیا - کیا اب وہ انہی کو محشر میں رُسوا کرے گا؟ امت کو ان مسائل و مشکلات کی طرف توجہ کرنی چاہئے جو اسے مختلف فتنوں کی صورت میں درپیش ہیں اور اس کے لئے تمام سہولتوں سے فائدہ اُٹھانا چاہئے[2]

آخر میں ہم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلویؒ کی آپ بیتی سے ایک تاریخی واقعہ نقل کرتے ہیں - اس سے حضرت شاہ صاحبؒ کی "حنفیت" کی حقیقت سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے - شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ فرماتے ہیں :-

"ابتدائے مدرسی میں ایک اہلِ حدیث نابینا جس کا نام مجھے یاد نہیں مگر میرے کمرے میں ان کی تالیف "میزان الشریعۃ" کے بہت سے حصّے رکھے ہیں - وہ نابینا تھے مگر اہلِ حدیث میں سے تھے - وہ مشکوٰۃ شریف کی ان احادیث کے جو مسلکِ اہلِ حدیث کے موافق ہوں چھوٹے چھوٹے رسائل تصنیف کیا کرتے تھے اور پھر خود ہی انکی فروخت کے واسطے سفر کیا کرتے تھے - سہارنپور میں ہمیشہ مستقل اس ناکارہ کے ہاں مہمان رہتے -

---

[1] وحدتِ امت : مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ، مکتبہ المعبر لاہور ، ص ۱۹ — ۲۰

[2] حیات انور : ۱۲۶ — ۱۲۷ (مضمون : مولانا منظور صاحب نعمانی) ملخصاً

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اپنی اس علمی زندگی میں اکثر یہ دیکھا کہ اکثر لوگ خاص ماحول اور خاص اوقات میں صاحبِ علم اور صاحبِ ذوق نظر آتے ہیں - باقی اوقات میں ان میں کوئی علمی دلچسپی ، شوق و مطالعہ ، جستجو اور کتابی ذوق نظر نہیں آتا - درحقیقت ان میں طالبعلمانہ روح نہیں ہوتی اس بارے میں میں نے دو شخصیتوں کو مستثنیٰ پایا ایک مولانا انور شاہ کشمیریؒ دوسرے مولانا سید سلیمان ندوی - اوّل الذکر کو کم دیکھا اور انکی مجلسوں میں شرکت کا اتفاق ایک ہی دو بار ہوا مگر ان کی مجلسوں کو علمی تذکروں اور تحقیقات و افادات سے معمور پایا"

پرانے چراغ - ص ۵۸ — ۵۹ -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھے اور دیوبند میں حضرتِ سید انور شاہ کے مہمان رہتے تھے۔ ان کا دستور یہ تھا کہ درسگاہوں میں جاتے، مدرّس کو ایک نسخہ پیش کرتے میری اور شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وجہ سے اکثر مدرسین بھی اُن سے واقف تھے۔ اکثر مدرسین (نذرانہ) کا نسخہ لے کر اس کی قیمت تین آنے یا کم و بیش دے دیا کرتے تھے اور ان کی درخواست پر طلبہ سے بھی کلمۃ الخیر اکثر کہہ دیا کرتے تھے لیکن بعض لوگ اس وجہ سے کہ کوئی خاص مضمون ان کے اندر نہیں ہوتا تھا بجز روایاتِ معروفہ مطابق مسلکِ اہلِ حدیث کے ترجمہ کے، معذرت کر دیا کرتے تھے۔ یہ ناکارہ ان کی آمد پر بیس پچیس نسخے ہمیشہ خرید تا، حضرتِ مولانا انور شاہ صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ ڈیڑھ سو نسخے ہمیشہ خریدتے اور ہم دونوں شہرۂ قیمت سے زیادہ ہی اُن کو دیا کرتے تھے۔ اُن کی معذوری اور حدیث پاک کی خدمت اور حقِ مہمانی کی بنا پر۔ ان کے جانے کے بعد ان کے رسالے طلبہ حدیث میں یہ کہہ کر تقسیم کر دیتے تھے کہ رسائل گو مسلکِ اہلِ حدیث کے ہیں مگر احادیث کا ترجمہ تو بہر حال ہے ہی۔ ان کے سامنے اس وجہ سے طلبہ کو نہیں دیا کرتے تھے کہ ہمارے اِس مفت دینے کی وجہ سے ان کی خریداری پر اثر نہ پڑے۔"

یہ عالی حوصلگی، ملّی بہی خواہی اور انسانی ہمدردی کی ایسی مثال ہے جس کے نمونے صرف عہدِ صحابہ و تابعین میں ملتے ہیں۔ اِس زمانے میں یہ کسی کھلی کرامت سے کم نہیں ہے۔

فقہ حنفی کی تائید کے نتائج

حضرتِ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کی مسلکِ حنفی کی تائید و نصرت سے جو اچھے نتائج ظاہر ہوئے اُس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔ ہماری حقیر رائے میں اگر حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے زمانے میں اس جانب توجہ نہیں کی ہوتی تو آج فقہ حنفی کی ہندوستان میں وہ صورت قطعاً نہ ہوتی جس میں یہ آج موجود ہے۔ ان کے عہد میں تقلید بالخصوص فقہِ حنفی کی تقلید کے خلاف نفرت و بغاوت کی ایسی بد ترین لہر اُٹھی تھی کہ کسی کا حنفی کہلانا گالی خریدنے سے

له آپ بیتی۔ بحوالہ "الفرقان" "شیخ الحدیث" نمبر۔

© rasailojaraid.com

کم نہیں تھا۔[1] خود احناف میں جو علماء روشن خیال تھے وہ بھی مسلکِ اہلِ حدیث کی طرف مائل ہوگئے تھے جن کا نمایاں مرکز دارالعلوم ندوۃ العلماء تھا۔ اِس ادارے کے علماء اور اساتذہ کرام یقیناً مسلکِ حنفی پر ہی کاربند تھے۔ بالخصوص حضرت مولانا محمد علی مونگیری، مولانا محمد فاروق چریا کوٹی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا عبدالحی حسنی وغیرہ علماء کی حنفیت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا ہے مگر جس طرح دارالعلوم دیوبند کے اساطین اور مدرستہ العلوم علی گڈھ کے بانی[2] نے ہندوستان میں مسلکِ حنفی

لہ اس کے لئے ندوۃ العلماء کے عربی زبان کے ایک قابل ادیب مولانا مسعود عالم ندوی مرحوم کی تصنیف ــــ "بدنام مصلح: محمد بن عبدالوہاب" دیکھی جا سکتی ہے۔ کتاب کے بعض حواشی پڑھ کر ہی اندازہ ہوگا کہ تقلید کا نام آتے ہی وہ کتنے مغلوب الغضب ہوتے ہیں۔ ۲ سرسید احمد خاں مرحوم سے ہزار اختلاف سہی مگر ان کی عبقریت مسلّم ہے۔ انھوں نے بھی شاہ ولی اللہ صاحبؒ ہی کی طرح ہندوستان میں حنفی مذہب کی اہمیت اچھی طرح محسوس کی تھی۔ انھوں نے مدرستہ العلوم کے شعبۂ تعلیم مذہب اہل سنت وجماعت کے منتظمین کو ـــ جو خزینۃ البضاعۃ کے نام سے موسوم تھی ـــ یہ ہدایت دی تھی کہ وہ اِس شعبے کا سلیبس مرتب کرتے وقت حنفی مذہب کو پیش نظر رکھیں۔ لکھتے ہیں۔

"یہ تمام سلسلے جن کا اوپر مذکور ہوا مذہب اہل سنت وجماعت کے مطابق حنفی مذہب کے منتخب ہونے چاہئیں۔ کیوں کہ تمام اہل ہند سُنی حنفی مذہب ہیں اور مدرستہ العلوم میں حنفی مذہب کی تعلیم ہوگی"۔

مکتوباتِ سرسید: مرتبہ شیخ محمد اسماعیل پانی پتی، لاہور (۱۹۵۹ء)

یہ ہدایت دراصل حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اُسی "لا تخالف عوام ـــ بلادک" کی آبیاری تھی جس کا انھیں غیبی طور پر حکم ہوا تھا۔

مولانا آزاد نے تذکرہ میں تقلید کی مخالفت میں جو کچھ سُنایا ہے تو اس کی کوئی وقعت نہیں ہے اس کتاب میں اگرچہ انھوں نے معلومات کا دریا بہایا ہے تاہم انھیں اس طرح پیش کیا ہے کہ یہ محققانہ تصنیف کے بجائے ادبی شاہکار بن گئی ہے۔ چنانچہ نہ صرف مذہبی علماء نے اس کے بعض مضامین سے اختلاف کیا ہے (جس کے لئے کم از کم علامہ محمد یوسف بنوری کا مقدمہ مشکلات القرآن اور مولانا ابوالحسن علی ندوی کے نزھۃ الخواطر جلد ۸ میں مولانا آزاد کے (باقی آگے صفحہ ۳۵ پر)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی تاریخی اور معاشرتی اہمیت مدنظر رکھ کر اسے اپنے اپنے اداروں کی تعلیم وتدریس کا اہم ترین جزو بنا دیا۔ اس کے برعکس ندوۃ العلماء نے اس کو یکسر نظر انداز کیا اور کسی زمانے میں جب ہمیں دار العلوم ندوۃ العلماء میں تقلیدِ فقہی سے نجات اور خلاصی کی وسیع پیمانے پر جو کوششیں نظر آتی ہیں وہ اس کا کھلا ثبوت ہے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ کی بڑھتی ہوئی فکری تبدیلی اس میں معید و مددگار ثابت ہوئی تھی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ انھیں اخیر تک "نعمانی" اور "اعظمی" کہلانے سے شیفتگی رہی اُن کے ذہین تلامذہ اور احباب اُن کے مزاج و مذاق کے اس تغیر سے بے خبر اور بے اثر نہیں رہ سکتے تھے جس کا خود علامہ مرحوم و مغفور کو بھی اعتراف تھا۔

خجل ہستم ز کفرِ خود کہ دارد بوئے ایماں ہم (شبلیؒ)

باع شکرِ ایزد کہ ہم ایں کردم و ہم آں کردم (شبلیؒ)

اس آزادی اور روشن خیالی کے سامنے بیچاری حنفیت اپنی جگہ کہاں قائم رہ سکتی تھی؟ ورنہ علامہ شبلیؒ اپنے ابتدائی دورِ حیات میں اس قدر سخت حنفی واقع ہوئے تھے کہ حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلیؒ کی ادنیٰ ترین فقہی لچک بھی برداشت نہیں کی تھی اور زبان و قلم سے حضرت مولانا مرحوم کے خیالات کی تردید کی تھی۔ مگر اب تو حالت یہ ہو گئی تھی کہ جو اُن سے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) تذکرے میں اپنے اضافات دیکھے جا سکتے ہیں) بلکہ ادب، فلسفہ اور تعلیم کے ماہرین نے بھی مصنف کی بے اعتدالی کا اعتراف کیا ہے۔ ڈاکٹر سید عابد حسین مرحوم لکھتے ہیں: "پہلے دور کی تحریروں میں جن کا بہترین نمونہ "تذکرہ" ہے کچھ تو لکھنے والے کے سنِ شباب کے تقاضے سے اور کچھ اُس زمانے کے عام مذاق کے اثر سے شدتِ احساس و شدتِ اظہار، بے قید تخیل اور بے ضبط مبالغہ غرض وہ چیزیں موجود ہیں جنھیں ہمارے نقاد رومانی اسلوب کی خصوصیتیں قرار دیتے ہیں۔"

انشائیات: ص ۱۸۴، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ ۱۹۷۶ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑھتا تھا وہ جہاں مختلف اثرات قبول کرتا تھا وہاں اپنے استاد کی نام نہاد سنفیت سے بے نیاز بھی ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے شاگرد رشید علامہ سید سلیمان ندویؒ سے فرمایا تھا:

"میری عجیب قسمت ہے، میں تو پکا حنفی ہوں اور جو مجھ سے پڑھتا ہے وہ اہلِ حدیث ہو جاتا ہے حمید الدین کا بھی یہی حال ہوا اور تمہارا بھی یہی حال ہے[1]"

وجہ ظاہر و باہر ہے (گو علامہ شبلیؒ جیسے فاضل و فرزانہ حیرانگی کا اظہار کرتے ہیں) کہ حنفی مذہب اور امام ابو حنیفہؒ کی فقہ اور فکر کے خلاف جو شدید پروپگنڈا بعض سرمایہ داروں کے تعاون سے منظم طور پر جاری تھا اُسے علامہ ممدوح اور اُن کے ہم خیال احباب اور تلامذہ ناقابلِ توجہ سمجھتے تھے اور مدافعت کی بھی کوئی ضرورت محسوس نہیں کرتے تھے۔ ارادہ بالکل نیک تھا مگر عملاً اس سے وہی خطرناک نتائج نکل رہے تھے جن کا اندیشہ حضرتِ شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ میں ظاہر کیا تھا اور جس پر سید احمد خاں جیسے روشن خیال شخص کو بھی نگاہ تھی۔ کیونکہ ہر شخص شبلیؒ جیسا علامہ نہیں ہو سکتا ہے جو تقلید اور تعصب کے درمیان فرق کرتا جاتا ہو۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ پروپگنڈا روز بروز شدت اختیار کرتا تھا اور حنفیت سے بڑھ کر شریعت کے ساتھ اعتبار اٹھتا تھا، امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ذات، اُن کی ترجیحات و مختارات اور تمام فقہ حنفی سے بغض و نفرت کی مہم تیز تر ہوتی جاتی تھی جس سے ہندوستان ایک قسم کی خوفناک خانہ جنگی کی لپیٹ میں آگیا تھا۔

یہ صرف حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ حنفی مذہب سے بے اعتمادی اور بدظنی کی فضا دور ہوئی اور اس کے قرآن و سنت کے عین مطابق ہونے پر یقین ہوا حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ جیسے بزرگ فرماتے ہیں کہ میں دلی میں میاں نذیر حسین صاحبؒ کے درس میں بیٹھ کر حنفی مذہب چھوڑنے کی طرف مائل ہو چلا تھا۔[2]

---

[1] حیات شبلی ص ۱۸۰ [2] انوار الباری: مولانا احمد رضا بجنوری: مقدمہ حصہ دوم تذکرہ مولانا انور شاہ کشمیری محدث

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر انہی دنوں سنہری مسجد میں مولانا انور شاہ صاحب کے درس کی تقریر سنی تو معلوم ہوا کہ حنفیوں کے پاس بھی دلائل ہیں [1]۔ شاید یہ بھی علامہ انور شاہ صاحب کی امام ابو حنیفہؒ کی فقہ اور فکر پر اعتماد کی بحالی میں انتھک کوششوں ہی کا نتیجہ تھا کہ علامہ اقبال نے بھی اپنے مشہور انگریزی خطبات کے چھٹے خطبہ "The principal of movement in the structure of Islam" میں امام ابو حنیفہؒ کے قبولِ حدیث کے شروط اور قیود کو معقول و موزوں قرار دے کر اُن کے فقہی مکتب کو جدید مسلکی توسّع اور حرّیت پیدا کرنے کے لئے مفید اور مددگار ہونا تسلیم کیا ہے۔[2] اور تو اور خود حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ (جن کا غیر مقلدانہ رجحان دیکھ کر علامہ شبلیؒ نے گلہ کیا تھا) کے بارے میں سید صباح الدین عبد الرحمان صاحب نے لکھا ہے:

"آخری عمر میں جزوی مسائل میں بھی امام ابو حنیفہ کے مسلک کے پابند ہو گئے تھے۔"[3]

یہی حال مولانا حمید الدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہوا تھا۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

---

[1] سوانح حضرتِ شاہ عبد القادر رائے پوری: مؤلفہ مولانا سید ابو الحسن علی ندوی: ص ۳۶ سنہری مسجد میں درس و تدریس کے وقت علامہ کشمیری کی عمر صرف ۲۳ برس کی تھی۔ مگر درس کی شہرت و مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ قرب و جوار کے اکابر اساتذہ کا درس ابتلا میں پڑ گیا۔ اسی زمانے میں وہ مولانا شوق نیمویؒ کی ان کی آثار السنن کی تالیف میں خط و کتابت کے ذریعہ علمی اعانت بھی کرتے تھے۔ [2] ص ۱۷۲ اورینٹل پبلشرز دہلی ۱۹۷۵ء [3] "معارف" سلیمانی نمبر ص ۱۲ و حیاتِ سلیمان: مولانا شاہ معین الدین ندوی مرحوم ص ۷۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"مولانا حمید الدین مرحوم اپنے چچا مولوی سلیم صاحب کے اثر سے ایک زمانہ میں اہلِ حدیث ہو گئے تھے پھر رجوع کیا۔"

اب تو دار العلوم نے اپنے مسلک کی صاف الفاظ میں وضاحت بھی کی ہے اور ہندوستانی میں فقہ حنفی کی اہمیت کا اعلاناً اعتراف کیا۔ مولوی محمد رابع ندوی صاحب لکھتے ہیں:

اهتم علماء شبه القارة بدراسة الفقه وبالتعمق في معرفة الأحكام الشرعية المتفرعة منه، وبإبانة اختلاف المذاهب الأربعة فيها. وأعظم عنايتهم في ذلك بفقه المذهب الحنفي. وذلك لأنه، هو المذهب الوحيد الذي يسود في أغلب أنحاء الهندية، ولا يخرج منه ذلك إلا بعض الجوانب الساحلية من هذه البلاد، فحاجة أغلب أهل الهند هي في الغالب الحنفي۔[۵۲]

اس برصغیر کے علماء نے فقہ کی تدریس اور احکامِ شریعت کی جانکاری کے لئے بحث و تحقیق کی جانب ہمیشہ سے خاص توجہ کی ہے جس کے دوران وہ مذاہبِ اربعہ کے اختلاف کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ اس دوران وہ مذہبِ حنفی کی تائید کا خاص اہتمام کرتے ہیں کیونکہ یہی وہ فقہی مذہب ہے جو برِ صغیر ہند کے اکثر مقامات پر حاوی ہے اور صرف چند ساحلی اطراف وجوانب کے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے ہندوستانی کے اکثر مسلمانوں کی ضرورت حنفی فقہ ہی کی طرف ہے۔

---

۵۱ حیاتِ شبلی: علامہ سید سلیمان ندوی: ص ۱۸۷ (حاشیہ)

۵۲ البعث الاسلامی، خصوصی نمبر شعبان تا شوال ۱۳۹۵ھ: ص ۲۰۴

© rasailojaraid.com